Quarterly Research Journal "Al-Qudwah", Volume 02, Issue 04, Oct-Dec 2024

AL-QUDWAH

ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054

https://al-qudwah.com

عہد نبوی میں اسلامی ریاست کے تعلیمی نظام اور محدود وسائل میں قومی معاصر تعلیمی مسائل کا تقابلی جائزہ

A comparative analysis of educational system of the Islamic state during the Prophet's era and contemporary national educational problems in limited resources

ABSTRACT

This paper presents an analytically describing the educational responsibility of the state and the educational rights of the residents, a brief outline of the educational structure of the Islamic state has been mentioned in the light of Seerat Tayyaba .The paper is related to the education system of the state, therefore, the educational and moral background of the powerful and advanced states before the arrival of the Prophetﷺ, has been briefly reviewed in order to know that before the arrival of the Teacher of Humanityﷺ. What was the state of education in the advanced civilizations of the world before Islam?Since the arrival of the Holy Prophet (PBUH), the springs of knowledge began to spread in this universe and immediately after the Prophet's (B) visit, Dar Arqam became the first school of education and training in Makkah. The Prophet (ﷺ) made the acquisition of knowledge compulsory for Muslims like other duties. Scholars and scholars explained the virtues of knowledge. As soon as they saw it, the city of Madinah began to shine as a city of knowledge on the horizon of the world. All kinds of people were prepared from here. And spread to other areas. The Prophet (ﷺ) encouraged people of every class to acquire knowledge and organized at the state level, which took care of children's education, adult education, women's education, and even the educational rights of minorities. In the light of what should be the education system of the state? Keeping the hadiths and the Prophet's biography in front, about twelve topics have been briefly mentioned.

Keywords: *Islamic Educational System, Seertat e Tayyaba, Holy Prophet, circumstances.*

AUTHORS

Dr. Hafiz Abid Ur Rehman*
Lecturer Translation Studies
The Islamia University of Bahawalpur:
mabid.rehman@iub.edu.pk
Dr. Abdul Quddus**
EST Arabic,Govt,48/F Christian(BWN):
abulqadoos@gmail.com

Date of Submission: 11-11-2024
Acceptance: 03-12-2024
Publishing: 10-12-2024

Web: https://al-qudwah.com/
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

***Correspondence Author:**
Dr. Hafiz Abid Ur Rehman*Lecturer Translation Studies*
The Islamia University of Bahawalpur.

تعارف و تمہید

کسی بھی قوم کی ترقی کا مدار تعلیم یافتہ ہونے میں ہے اور تعلیم کے حصول کو ممکن بنانا ریاست کا فرض ہے ریاست ماں کی گود کی مانند ہوتی ہے جس طرح اولاد ماں کی گود سے راحت پاتی ہے اور اپنی ضروریات پورا کرتی ہے اسی طرح ایک ریاست اپنے باسیوں کو بلا کسی تفریق اور امتیاز کے پالتی ہے اور ان کی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کا مناسب بندوبست کرتی ہے ایک مثالی ریاست کی یہی سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے بسنے والوں کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور تعلیمی ضروریات کو ہمیشہ مقدم رکھتی ہے اور اس کے حصول کو یقینی بناتی ہے۔ کسی بھی ریاست کے بنیادی ستون وہاں کے بسنے والے لوگ ہوتے ہیں اور ان ستونوں کو مضبوط اور تناآور درخت بنانے کے لیے تعلیمی نظام کو مضبوط بنانا ریاست کی نہ صرف ذمہ داری ہے بلکہ ریاست کے بقاکے لیے ناگزیر ہے۔ تعلیم یافتہ ریاستیں ہی دنیا کے افق پر اپنا نام چھوڑتی ہیں اور حقیقی حکمرانی کرتی ہیں جس قوم کے پاس تعلیم نہ ہو وہ حقیقت میں یتیمی کی زندگی گذارتی ہے۔ سیدنا حضر علی رضی اللہ عنہ کا مشہور شعر ہے:

لَيْسَ الْيَتِيمُ الَّذِي قَدْ مَاتَ وَالِدُهُ   إِنَّ الْيَتِيمَ يَتِيمُ الْعِلْمِ وَالأَدَبِ

یتیم وہ نہیں جس کا والد فوت ہو گیا ہو۔۔ بلکہ حقیقی یتیم تو وہ ہے جو علم اور ادب سے محروم رہا

عوام کی اس علمی یتیمی کو دور کرنے کے لیے ہر طرح کے تعلیمی اقدامات کرنا ریاست کی ذمہ داری ٹھہرا جس میں ہر وہ علم اور فن شامل ہونا چاہیے جو ریاست کی اور اس میں بسنے والے تمام افراد حتیٰ کہ جانوروں کی بنیادی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں اپنے شہریوں کی تعلیم کا بندوبست اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔

اب ریاست کا تعلیمی نظام ہونا کیسا چاہیے جس پر عمل پیرا ہو کر تمام تر تعلیمی ضروریات پوری کی جا سکیں؟ اس کے لیے نبی کریم ﷺ کی سیرت اور ریاست مدینہ کو ماڈل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جو کہ ہمارے اس مقالہ کا بنیادی محور ہے۔

تعلیم کی اہمیت و ضرورت ایک انسانی معاشرے میں ایسی ہی ہے، جیسے انسانی جسم کو پروان چڑھنے کے لیے غذا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو پہلا پیغام ہی علم کا دیا اور حکم ہوا "اقراء" کہ اللہ کے نام سے پڑھو، جس نے انسان کو پیدا کیا اور قلم کے ذریعے علم دیا تاکہ انسان اپنے رب کی حمد و ثناء و بزرگی بیان کرے اور اس کا شکر گزار بندہ بن سکے۔ اس لحاظ سے اسلامی معاشرے کے لیے تعلیم کا حاصل کرنا دیگر عبادات کی طرح ایک اعلیٰ مقام کا حامل فریضہ ہے۔ اور اس کی اہمیت خود خالق کائنات نے بیان کر دی "جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، قرآن کریم کی نگاہ میں یکساں نہیں ہو سکتے۔ اور جو علم رکھتے ہیں وہی اللہ کی خشیت بھی زیادہ کرتے ہیں"۔ گویا اسلام نے اللہ تعالی کی قربت اور خشیت کو ترک دنیا کے طریقوں سے الگ کر کے علم اور تعلیم کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

قبل از بعثت تعلیمی و اخلاقی پس منظر:

بحیثیت مسلمان اسلام کے پیغام اور تعلیم کے متعلق ہمارا دعوے ہے کہ وہ دنیا کی عظیم الشان روحانی - اخلاقی اور معاشرتی دعوت تھی تو اس بنا پر ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ظہور اسلام سے پہلے دنیا کی عمومی حالت کیا تھی۔

اس وقت کی دُنیا کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک ایسا کرہ ارضی تھا جس پر آفتاب نہیں چمکتا تھا۔ تو بالکل بجا ہو گا۔ کیونکہ تمام دنیا میں سچے اور صحیح عقیدہ کا کہیں وجود نہ تھا۔ توحید کی روشنی سے دنیا کا ذرہ ذرہ محروم تھا۔ اسوقت انسانی تہذیب کے مراکز یعنی مصر، یونان اور روم میں سورج، چاند اور مختلف ستاروں اور سیاروں کی خُدائی تھی۔ انہیں خداوں کے ناموں پر بے گناہ انسانوں اور جانوروں کی قربانیاں دی جاتی تھیں۔ ہر جگہ پتھر

کی مورتوں مٹی کی صورتوں سونے چاندی اور جواہرات کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ پروفیسر غلام عابد خان اپنی کتاب میں اس دور کی کیفیت کو ذکر کرتے ہوئے عباس محمود العقاد مصری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" اس پر آشوب دور میں عالم انسانی کا نظامِ فکر و عمل درہم برہم ہو چکا تھا معاشرہ کی اخلاقی اور روحانی قدریں دم توڑ چکی تھیں۔ ہئیتِ اجتماعیہ کا سیاسی مزاج بگڑ چکا تھا۔ نسل آدم وہوا طبقاتی امتیازات کے تاریک غار میں محبوس ہو کر ایک تباہ کن ذہنی اور سیاسی خلفشار میں مبتلا ہو چکی تھی۔ بنی نوع انسان کے ظاہری و باطنی روحانی اور مادی۔ ذہنی اور معاشی سکون واطمینان کا سرمایہ لٹ چکا تھا۔ اور انسانیت کے پاس اضطراب، بے چینی بیقراری اور حرماں نصیبی کے سوا کچھ باقی نہ بچا تھا" ([1])

دنیا کی یہ وہ عام حالت تھی جس میں سابقہ پیغمبروں کی تعلیمات بلکہ عام انسانی قدروں تک کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس عمومی پسِ منظر کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کی عظیم سلطنتوں اور تہذیب و تمدن کی دعویدار سیاسی جمعیتوں کا جائزہ لیا جائے کہ ان کی درونِ خانہ حالت کیا تھی ہے اور جس تہذیب و ثقافت کے وہ امین تھے ان سے انسانیت کہاں تک بہرہ ور ہو رہی تھی یہ اس عہد کے تاریخی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایران اور روم میں اس وقت کی دو عظیم سیاسی طاقتیں تھیں۔ مذہبی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جاتے تو یہود اور ہندو دو قومیں قابل ذکر ہیں۔

سید سلیمان ندوی اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"اس وقت روئے زمین کی اہم طاقیتں فارس اور روم تھیں۔ فارس کا مذہب مجوسیت تھا۔۔ اور روم کا مذہب عیسوی تھا۔ جو یورپ ایشیا اور افریقہ کے تینوں براعظموں کو گھیرے ہوتے تھا۔ لیکن مذہبی حیثیت سے دو اور قومیں بھی قابل ذکر ہیں۔ جن میں ہر ایک کو اپنی قدامت کا دعوٰے تھا۔ وہ یہود اور ہندو تھے"([2])

فارس جو سیاسی لحاظ سے دنیا کی بہت بڑی طاقت اور مذہبی لحاظ سے مجوسیت کا پیروکار تھا. اس کے روحانی اور اخلاقی انحطاط کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ:

"ایران میں بابلی تہذیب کے اثر سے ستارہ پرستی عام تھی، زرتشت نے کسی قدر اصلاح کا علم اٹھایا۔ لیکن بعد میں عیسائیت اور مجوسیت سے ایک ایسا مرکب تیار ہوا جس کے زیر اثر دنیا سے قطع تعلقی ترک ازدواج، باپ کا بیٹی اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ پانچویں صدی عیسوی میں یزدگرد ثانی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر اسکو قتل کر ڈالا"([3])

اسی طرح اس وقت کی تہذیب یافتہ سلطنت روم کو دیکھ لیجئے:

ملک کی عام سیاسی واخلاقی حالت سے قطع نظر جب ہم مذہبی پہلو پر نظر کرتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ دلخراش تصویر سامنے آتی ہے۔ بت پرست رعایا کو چھوڑ کر جو ستاروں، دیوتاؤں اور بتوں کی پوجا میں بدستور مصروف تھی دوسرے لوگ جنہوں نے عیسائیت بھی قبول کر لی تھی وہ بھی باپ بیٹا روح القدس اور مریم کی خدائی کے معتقد تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم اور روح القدس کی شخصیت اور مرتبہ کی تعین نے بیسیوں فرقے پیدا کر دیئے تھے۔ جس میں زبانی مناظروں سے گزر کر جنگ و جدال کی نوبت آتی تھی۔ یہاں تک کہ 514 عیسوی میں خود عیسائیوں کے دو گروہوں میں عظیم شان جنگ لڑی گئی جس میں پینسٹھ ہزار عیسائیوں کو فارغ البلد ہونا پڑا۔

اسی سلطنت روما کے بارے میں مختلف مغربی مورخین کی آراء کی مدد سے سید سلیمان ندوی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:-

---

[1]۔ غلام عابد خان، عہد نبوی کا نظام تعلیم (تاریخی و تحقیقی مطالعہ) ناشر عوامی کتب خانہ اردو بازار لاہور، طبع جولائی 1978، ص 13

[2]۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 128/4

[3]۔ سیرت النبی ﷺ، 129/4

"تیسری صدی سے ساتویں صدی عیسوی تک مسیحیت کی جو حالت رہی ہے وہ اس کیلئے باعث تنگ ہے مشرکانہ رسوم نے مذہب کی جگہ لے لی تھی۔ اصل رومی بہت پرستانہ عقیدوں نے مسیحی مذہب کا روپ دھار لیا تھا۔ حضرت مسیح کے ناسوتی اور لاہوتی دو عنصروں کی تحلیل مصر کو قابو رکھنے کے لئے کی گئی۔ ضعیف الاعتقادی بڑھ گئی اور ہر بڑے پادری سے اس کی وفات کے بعد دعا مانگی جاتی تھی ملک شام میں جو بڑے پادری اور بطریق تھے۔ ان کے معتقد اُن کو سجدے کرتے تھے "([4])

اس عہد کا ہندوستان جو ایک متمدن ملک تھا۔ اور جہاں ایک با اثر مذہب قائم تھا۔ جس کے ارتقائی دور کی تاریخ طوالانی ہے جس کی ابتداء دو ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ جس میں اصل ہندر اور ویدک، کوروؤں اور پانڈوں کی جنگیں عقلیت کا زمانہ بودھ دور اور گوتم بدھ کی تعلیم شامل ہے جو تقریباہندوستان میں مسلمانوں کے داخلہ تک قائم رہا۔ اس سارے عہد کا ماحصل اور نچوڑ یہ ہے کہ:

"عورتیں جوئے میں ہاری جاتی تھیں۔ ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے تھے وہ بیوہ ہو کر زندگی کی ہر لذت سے عمر بھر کے لئے محروم کر دی جاتی تھی۔ اس لئے مرد کے مرنے کے بعد بعض عورتیں زندہ در آتش ہونا پسند کرتی تھیں لڑائی میں شکست کے خوف سے خود اپنے باپ بھائی قتل کر دیئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض فرقوں میں عورتیں مردوں کو اور مرد عورتوں کو برہنہ کر کے اُن کی پوجا کرتے تھے۔ اور مذہبی تہواروں میں شراب پی کر ایسے بدمست ہوتے تھے کہ پھر انہیں ماں، بہن بیٹی تک کی تمیز نہی رہتی تھی۔ اور اسکو نیکی کا کام سمجھتے تھے۔ شودروں کے نام سے ایک پوری قوم ایسی غلامی میں مبتلا تھی کہ تعلیم و تربیت اور تہذیب و اخلاق اور دین و ایمان سے محروم رہنا اس کا فرض تھا۔ وید کی آواز بھی ان کے کانوں میں پڑ جائے تو اس میں سیسہ پگھلا کر ڈال دینے کا حکم تھا۔ راجاؤں کی بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی قانون کی بنیاد مساوات انسانی پر نہیں بلکہ ذاتوں پر تھی۔ اور عورتیں فروخت کی جاتی تھیں" ([5])

اسی طرح اس زمانہ میں یہود کو علم و فضل کے اعتبار اگر دیکھا جائے تو وہ بھی پستی کا شکار تھی انہوں نے نبیوں کو قتل کیا آپس میں خونریزی قتل و غارت کا بازار گرم رکھا اپنے مقصد کی خاطر آسمانی احکامات میں تحریف کی، ان میں سود خوری حرص و طمع عام تھا جس کی وجہ ان کے اخلاقی اقدار اس قدر پست ہو گئے تھے کہ عیسائیوں کی نقل میں یہود نے حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

اس عہد کی متمدن قوموں اور عظیم سلطنتوں کی یہ حالت تھی تو ظاہر ہے کہ عرب کی حالت کیا ہو گی۔ جہاں کوئی سیاسی وحدت موجود نہ تھی۔ بدوی اور قبائلی معاشرہ پر ظلمت کا گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ مکہ کو اگرچہ دین ابراہیمی کی وجہ سے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن اُن کی تعلیمات کا بہت معمولی عنصر باقی تھا۔

مشہور سیرت نگار نعیم صدیقی عربوں کی حالت پر تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ملک کا مرکزی مقام مکہ دنیا کا قدیم ترین شہر تھا یہ بستی بعض تضادات کا ایک عجیب و غریب مجموعہ تھی۔ ایک طرف خوشحالی۔ فارغ البالی۔ عیش و عشرت کی ہنگامہ آرائی شراب دشاہد و شکر فروشی کی گرم بازاری تھی۔ تو دوسری طرف نیکت و افلاس غربت و بے مائیگی اور ضروریات زندگی سے محرومی کے مظاہر بھی موجود تھے۔ بیت اللہ کا وجود جہاں ایک روحانی قدر کی نشاندہی کرتا تھا وہاں دوسری طرف قمار بازی، بدکاری اور شراب نوشی کی قباحتیں بر سر عام تھیں مشترک اخلاقی اور روحانی نظریہ کے فقدان کے باعث یہ قوم دوراہے پر کھڑی تھی۔ وقت آچکا تھا کہ حالات کی کوئی کروٹ اسے بلندیوں کی طرف اچھال دے یا ہمیشہ کے لئے ذلت وادبار کے گڑھے میں

[4]۔ سیرت النبی ﷺ، 4/137

[5]۔ عہد نبوی کا نظام تعلیم (تاریخی و تحقیقی مطالعہ) ص۔16۔

دھکیل دے۔باقی عرب فکر کے لحاظ سے ذہنی پریشانی میں مبتلا تھے۔مکہ اور طائف کے مہاجنوں نے سود کے جال پھیلا رکھے تھے۔حاصل مدعا یہ کہ انسان خواہش پرستی کی ادنی سطح پر گر کر درندوں اور چوپایوں کی شان سے جی رہا تھا"[6]

روم اور فارس کی دو عظیم عالمی طاقتوں اور ہند اور یہود کی با اثر مذہبی قوتوں کی صورت حال سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسوقت دنیا کی تعلیمی حالت کیا ہو گی ؟- رومی سلطنتیں اس وقت ایسی گروہ بندی کا شکار تھیں۔کہ آپس میں مذہبی جدل و بیکار نے ان کی حالت ناگفتہ بہ کر دی تھی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی تعصب اور رواداری کے فقدان سے وہاں کوئی تعلیمی نظام نہیں پنپ سکا ہو گا۔

پادریوں اور بادشاہوں کی مذہبی اجارہ داری نے عوام تک تعلیم پہنچنے کی کب اجازت دی ہو گی۔کلیساء جو اس عہد کے تعلیمی مرکز کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔اس کی حالت کا اندازہ بھی چنداں مشکل نہیں۔اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ فارس اور روم کی مسلسل جنگوں نے دونوں ملکوں کو نہ صرف سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے تباہ کیا۔بلکہ اس کا براہ راست اثر تعلیم پر بھی پڑا ہو گا۔اس عہد کے تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل فارس رومی علاقوں کو فتح کرتے تو کلیساؤں کو ملیامیٹ کر دیتے تھے۔اور اس طرح جب رومی فتحیاب ہوتے تو وہ ان کے آتش کدوں کو کلیساؤں میں تبدیل کر دیتے تھے۔خاص کہ سرحدی علاقے اس صورت حال سے زیادہ متاثر ہوتے تھے۔

دوسری بات جو زمین میں ابھرتی ہے وہ یہ کہ تعلیم اس وقت صرف مذہبی راہنماؤں بادشاہوں اور ان کے شہزادوں کی ضروریات میں شامل تھی، اور تعلیم جیسا کہ آجکل ہر معاشرہ میں ہر انسان کی بنیادی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔اس عہد میں اس قسم کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔

ایران کے اس دور کے تاریخی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں خالص جاگیر داری نظام رائج تھا۔شہنشاہ اور امراء ایسے عیاش تھے کہ عوام کی بھلائی اور بہبود کی ان کو کوئی فکر نہ تھی۔اس دور میں انسانیت کی جو قدر و منزلت تھی وہ بھی سطور بالا سے عیاں ہوتی ہے۔اس طرح ہندوؤں کی حالت بھی محتاج بیاں نہیں۔ذات پات کی تقسیم اور برہمنوں کی مذہبی اور تعلیمی اجارہ داری اس بات کی کب اجازت دے سکتی تھی کہ وہاں کوئی عوامی علمی تحریک پیدا ہو سکے۔

اب رہی یہود کی بات تو وہ قوم اپنے مال و ثروت میں بدست، اپنے آسمانی صحائف میں تحریف کی مجرم اور اخلاقی پستیوں کی حامل قوم جس کا کوئی سیاسی اور جغرافیائی وحدت نصیب نہ ہوئی ہو وہ کیونکر کی ایسے تعلیمی نظام کی راہبری کر سکتی تھی جس میں عامۃ الناس کی بھلائی موجود ہو۔تاہم اپنی تاریخ سے والہانہ وابستگی اور عبرانی زبان سے محبت کے پیش نظر انہوں نے کچھ تعلیمی مدارس قائم کر رکھے تھے۔اور ان میں تورات اور انجیل کے عالم بھی موجود تھے۔جس کی وجہ سے انھیں عرب کی دوسری اقوام کے مقابلہ میں تفوق حاصل تھا۔

اس سارے تاریخی پس منظر اور اس کی روشنی میں لیے گئے جائزہ کا مقصد یہ تھا کہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا میں ہمیں کسی ملک یا قوم میں کسی ایسی اصلاحی اور تعلیمی تحریک کا شائبہ تک نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا گیا ہو اور علم اور ضرورتِ علم یا اس کی فضیلت کو آشکارا کر کے اس کے حصول کا اہتمام کیا گیا ہو۔قاضی سلیمان منصور پوری نے اس وقت کی تعلیمی حالت یوں بیان کی ہے:

"عرب نوشت و خواند سے معرّا اور مبرّا تھا۔اور اسے اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام و نشان نہ تھا۔جو تعلیم پادریوں میں پائی جاتی تھی وہ صرف بائیبل کے حروف سیکھنے تک محدود تھی۔اس کے ساتھ ترجمہ و تفسیر شامل نہ تھے۔یا اُن بے سر و پا داستانوں کو علم کا درجہ دے دیا گیا تھا جو یہودیوں میں کبھی بطور ناول لکھی گئی تھیں اور پھر ان کا درجہ وحی کے برابر تسلیم کیا

[6]۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ناشر اسلامک پبلیکیشنز لاہور، اشاعت 1991، ص 24

گیا تھا۔ ہندوستان میں شریمد بھاگوت اور پرانوں کی حکومت تھی۔ بہت زیادہ ترقی کی صورت میں رامائن اور بہابھارت کے قصے منتہائے علم سمجھے جاتے تھے یہی حال چین اور ایران کا تھا۔ یورپ بالکل جہالت کدہ تھا"([7])

سیرت النبی ﷺ اور تعلیمی نظام:

سطور بالا میں جو پسِ منظر ذکر ہوا اس سے قبل از بعثت دنیا کی طاقت ور ریاستوں کی تعلیمی حالت بیان ہوئی پھر خالق کائنات کو بلکتی سسکتی انسانیت پر ترس آتا ہے اور عرب کے صحراء میں وہ ہستی تشریف لاتے ہیں جن کو خالق کائنات نے پہلا سبق ہی "اقراء" سے دیا تھا۔ جس کا معنی ہے "پڑھ"۔
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ. اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ([8])
"اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے سب کو پیدا کیا۔ انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔"

یوں اسلام میں تعلیم کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ بنیادی طور پر مذہب اسلام تعلیم و تربیت کا ایک نظام ہے جس کی عمارت کی پہلی اینٹ "اقراء" ہے۔ خدا نے جب آدمؑ کو پیدا کیا تو سب سے پہلے اسے اسمائے اشیاء کا علم دیا گیا۔ قرآن مجید کہتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ([9])

"جو لوگ نہیں جانتے کیا وہ ان لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں؟"

چنانچہ سید المرسلین محسن انسانیت ﷺ کو اپنے معلم "کتاب و حکمت" ہونے پر بھی ناز تھا اور آپ ہر اس مجلس اور جگہ کو پسند فرماتے تھے جہاں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوتا تھا۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ:
خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهِ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ إِحْدَاهُمَا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللَّهَ، وَالْأُخْرَى يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" كُلٌّ عَلَى خَيْرٍ هَؤُلَاءِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللَّهَ، فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَهَؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُونَ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ مَعَهُمْ."([10])
"ایک دن مسجد نبویؐ حضور اکرم ﷺ میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کے دو حلقے دیکھے۔ ایک تلاوت و دعا میں مصروف تھا، دوسرا تعلیم و تعلّم میں مصروف تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے ارشاد فرمایا: دونوں گروہ اچھے کام میں مشغول ہیں۔ پھر انما بعثت معلما کہہ کر تعلیمی حلقے میں بیٹھ گئے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"([11])

"علم کی طلب ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔"

گویا یہ اسلام ہی ہے جس نے عام تعلیم اور ہر شخص کے لیے علم کا تصور پیش کیا۔ ایک طرف اسلام نے تعلیم کو بنیادی ضرورت قرار دیا تو دوسری طرف اس کو حاصل کرنے کی ذمہ داری فرد اور معاشرے دونوں پر عائد کی ہے۔ اسلام کا یہ اصول ہے کہ جو چیز سب پر فرض ہو، اس کی فراہمی

---

[7]۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین، ناشر مکتبہ اسلامیہ لاہور، طبع 2013، 3/673

[8]۔ سورۃ العلق: 96، 1 تا 5

[9]۔ سورۃ زمر، 39: 9

[10]۔ القزوینی، محمد بن یزید بن ماجہ، السنن، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2004ء) ص: 35

[11]۔ القزوینی، السنن، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ص: 34

کی اوّلین ذمہ داری فرد پر جبکہ آخری ذمہ داری معاشرے اور ریاست پر عائد کرتا ہے۔ اصحاب صفہ میں سے کچھ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے خود ہی تگ ودو کرتے تھے۔ پھر مسلمان اہل ثروت ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے دل کھول کر عطیات ووظائف دیتے تھے اور محمد ﷺ خود ان کی ضروریات پوری کرتے۔ بلکہ جب تک ان کے کھانے کا بندوبست نہ ہو جاتا، آپ ﷺ کھانا تناول نہ فرماتے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں تعلیم ہمیشہ مفت رہی ہے۔

ریاستی نظام تعلیم اور سیرت النبی ﷺ:

اسلام نے تمام انسانوں کی تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے تعلیم کے معاملے میں مرد اور عورت کے اس تخصیص اور فرق وامتیاز کو یکسر مٹا دیا جو اسلام سے قبل دیگر مذاہب وادیان میں روا رکھا جاتا تھا اور تمام انسانوں پر جن میں مرد و عورت سب شامل ہیں حصولِ تعلیم کے لیے یہ اعلان فرمایا کہ: طَلبُ العلم فریضہ علیٰ کل مسلم (حدیث) یعنی "ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔"

اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے خود نبی رحمت ﷺ نے انفرادی اجتماعی اور ریاستی سطح پر انتظامات کیے۔

اسلامی نظامِ تعلیم ایک مثبت کارآمد اور وقت کی ضرورت کے مطابق تمام تقاضوں کو پورا کرنے والی تعلیم کا حکم دیتا ہے ۔ اس کے بنیادی خدوخال پیش کرنا خود ایک طویل مقالے کا موضوع ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کے چند اہم موضوعات کو زیر بحث لایا جاتا ہے جس سے "ریاست کا تعلیمی نظام" سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں کیسا ہونا چاہیے واضح ہو گا۔

1۔ یکساں اور لازمی تعلیم:

اسلام میں تعلیم سب کے لیے ضروری قرار دی گئی چونکہ ہر لحاظ سے تعلیم لازمی ہے تو اس پر پھر حصول علم اور طالب علم اور علماء کے فضائل بھی نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے۔ چنانچہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی عمر کے صحابہ وصحابیات نے اس وقت کے اہم علوم سیکھے ۔اور ریاستی سطح پر تعلیم کے حصول کا انتظام کیا گیا۔ آپؐ کے عہد مبارک میں ہر نو مسلم کے لیے مختلف علوم کا جاننا ضروری تھا جس کے لیے مختلف افراد اور تعلیمی ادارے سرگرم تھے۔ [12] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص طور پر خانہ بدوش بدوؤں کے لیے قرآن مجید کی جبری تعلیم کا نظام قائم کیا تھا اور اس کے لیے گشتی ٹیمیں مقرر کی تھیں۔ نیز ایسے گشتی تعلیمی دستے مقرر تھے، جو لوگوں کی تعلیمی صلاحیت کا جائزہ لیتے تھے اور ضرورت کے مطابق ایسے افراد کو اساتذہ کے سپرد کرتے تھے۔ [13]

2۔ ریاستی اور انفرادی سطح پر مفت تعلیم کا تصور:

ریاستی اور انفرادی سطح پر مفت تعلیم کا تصور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے مرہون منت ہے اس کے لیے نبی ﷺ نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ مساجد کو ہی درسگاہوں کا درجہ دے دیا چنانچہ جیسے ہی ہجرت مدینہ ہوئی آپ نے قبا میں مسجد کی تعمیر کی ساتھ ہی تعلیم القرآن اور دیگر ضروری علوم سیکھنے سکھانے کا اہتمام شروع کر دیا مسجد نبوی میں پہلی باقاعدہ مرکزی درسگاہ قائم ہوئی جس کے معلم اول سیّد المعلّمین رسول اللہ ﷺ خود تھے اس طرح مدینہ میں جیسے جیسے مساجد تعمیر ہوتی گئیں وہاں پر بنیادی اسلامی علوم اور تعلیم القرآن کا سلسلہ جاری ہوتا جاتا دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں مدینہ کا شہر دارالعلم (City of Knowledge) کا نقشہ پیش کرنے لگا۔ اور یہ سارا تعلیمی سلسلہ ایک طرح سے ریاست کے امیر کی مشاورت اور نگرانی میں چل رہا تھا اور سارا سلسلہ کم خرچ بالا نشین (Low-cost/no-cost materials)

---

[12] ۔ مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، خیر القرون کی درس گاہیں، ادارہ اسلامیات، لاہور

[13] ۔ پروفیسر سید محمد سلیم، اسلام کا نظام تعلیم، لاہور ص 84

تھا۔ آج بھی مسلم ممالک میں مساجد کو اور دیگر ممالک کی مذہبی عبادات کی جگہوں کو مذہبی علوم اور مروجہ علوم کے لیے استعمال کر کے سیرت طیبہ کے اس پہلو پر عمل کیا جاسکتا ہے جس سے ایسی جگہیں جہاں عمارت کے مسائل ہیں وہاں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جاسکتا ہے۔

آپؐ نے بالخصوص مسلمان علماء پر اور ہر فن کے ماہر افراد پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ دوسروں تک علم اور فن کو پہنچائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"جس سے علم کے متعلق کوئی سوال ہوا اور اس نے چھپایا تو اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت آگ کی لگام پہنائے گا"۔ (14)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لیے مختلف مکاتب قائم کیے جن کے معلمین کی تنخواہیں بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں۔ اس دور میں ریاستی سطح پر قرآن کریم کے علاوہ حدیث، سیرت وغزوات، فقہ، ادب عربی، علم الانساب اور کتابت وغیرہ کی تعلیم مفت ہوتی تھی اور قرآن کریم کی تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے وظائف کا بھی انتظام تھا۔

3۔ اقامتی تعلیم گاہوں کا قیام (Boarding Institution)

اسلامی معاشرے کی روایت یہ رہی ہے کہ جہاں کہیں بھی مرکزی مساجد تعمیر کی گئیں، ان کے ساتھ طلبہ کے لیے اقامت گاہیں اور درس کے لیے کمرے بنائے گئے تاکہ ہر اہم مسجد ایک اہم جامعہ کے فرائض سرانجام دے سکے۔ تعلیم کو زیادہ عام کرنے اور سہولت کے ساتھ پہنچانا بھی سیرت کا پیغام ہے اس سلسلہ میں اگر دیکھا جائے تو سب سے پہلا جو اقامتی ادارہ بنا وہ بھی مسجد نبوی کے اندر ہی بنا جسے "صفہ" کہا جاتا ہے۔

صفہ کے تعلیمی پسِ نظر کو ڈاکٹر حمید اللہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ صفہ جسے موجودہ زبان میں (Boarding Institute) کہتے ہیں وہاں طلباء کے رہنے کا بھی انتظام تھا اور تعلیم کا بھی۔ رہنے کے سلسلے میں ہمیں کئی اور وضاحتیں بھی ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ واقعہ کہ اہل مدینہ اپنی انتہائی فیاضی کے باعث یہ کرتے کہ جب انصار کی کھجوروں کی فصل تیار ہوتی تو ہر شخص کھجوروں کا ایک ایک خوشہ تحفے کے طور پر لاتا اور اسے مسجد نبوی کے اندر صفہ میں لٹکا دیتا۔ حضرت معاذ بن جبیل جب اپنی انتہائی فیاضی کے سبب مقروض ہوگئے اور قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں انہیں اپنا مکان تک فروخت کر دینا پڑا تو انہیں بھی رہنے کے لئے صفہ میں جگہ دی گئی۔ بہر حال آپ (Residential University) کا بھاری بھرکم لفظ قبول کریں نہ کریں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ صفہ میں تعلیم پانے والے طالب علم دو قسم کے تھے کچھ تو وہ تھے جو شہر میں رہتے تھے اور پڑھ کر چلے جاتے تھے، لیکن کچھ ایسے تھے جن کا کوئی گھر نہیں تھا اور وہ رات بھی وہیں گزارتے تھے۔ ان کی تعداد ظاہر ہے گھٹتی بڑھتی رہتی ہوگی" (15)

4۔ تعلیم بالغاں کا تصور:

تعلیم بالغاں کی اہمیت مسلّم ہے۔ بڑی عمر کے بہت سے افراد محض اس سبب سے حصولِ علوم سے رہ جاتے ہیں کہ بچپن میں کسی مجبوری کے سبب سے وہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ اسلام میں تعلیم کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں ایسے صحابہ بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں، جنھوں نے نہ صرف بڑی عمر میں علم حاصل کیا بلکہ مرتبہ کمال کو پہنچے۔ یہ سلسلہ بعد کے زمانے میں بھی جاری رہا بلکہ قرآن کریم کو بڑی عمر میں حفظ کرنے کا سلسلہ تو آج بھی جاری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "تم لوگ سردار بنائے جانے سے قبل علم حاصل کرو۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے تو بڑی عمر میں علم حاصل کیا ہے" (16)

14۔ احمد، ابو عبداللہ محمد بن حنبل الشیبانی، 2/341، رقم الحدیث 650

15۔ ڈاکٹر حمید اللہ، اسلامی ریاست، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، اشاعت 2005، ص 118۔

16۔ صحیح بخاری، کتاب العلم

اس لیے ہمارے معاشرے میں ریاستی اور انفرادی سطح پر بھی تعلیم بالغاں کے حلقے قائم ہونے چاہییں جہاں بڑی عمر کے ناخواندہ افراد دینی معلومات اور دنیاوی ضروریات کا علم اپنی ضرورت کے مطابق بہ سہولت حاصل کر سکیں۔

5۔خواتین کی تعلیم کا تصور:

معلمِ انسانیت حضور اکرم محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ عورت کی گود میں قومیں پرورش پاتی ہیں اور اس کی پستی دراصل انسانیت کی پستی ہے اور اس کی بلندی پوری انسانیت کی بلندی ہے۔ آپؐ کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ اگر عورت خود علمی لیاقت کی مالک نہ ہوگی تو وہ اپنی اولاد کی تربیت دانشمندی سے نہ کر سکے گی جس کا منہ بولتا ثبوت خود عرب میں عورت کی مظلومیت و بیچارگی اور تعلیمِ نسواں کی غیر موجودگی سے پھیلی ہوئی ابتری ہی تھی۔ لہٰذا آپؐ نے نبوّت کے عطا ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے علم و آگہی سے جس کو آگاہ کیا وہ ایک خاتون ہی تھیں یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ پس آنحضرتؐ خواتین کو تمام علوم متداولہ کے حصول کی ترغیب دیتے تھے، اور اس کے لیے عملی اقدامات بھی کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کی تعلیم و تربیت اور ان کو پڑھانے سکھانے کے لیے شفا بنت عبداللہ عدویہؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ اور آپؐ نے اس سے کہا کہ تم نے حضرت حفصہؓ کو جس طرح کتابت سکھائی ہے اس طرح چیونٹی کے کاٹنے کی دعا بھی سکھادو۔([17])

اس اہمیت کے پیشِ نظر آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا اور بہت سی احادیث اس ضمن میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ آپؐ نے عورتوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں فرمایا کہ:"جس شخص کے قبضے میں کوئی لونڈھی یا باندی ہو اور وہ اس کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرے نیز اسے تہذیب و شائستگی اور فنونِ آداب سے آراستہ کرے اور اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس کا دگنا اجر ملے گا۔" ([18])

خواتین کے لیے ایسا انتظام ضروری ہے کہ جس کے تحت وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تعلیم، خواہ وہ دینی ہو یا دُنیاوی، بسہولت حاصل کر سکیں اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ آپؐ نے انھی مقاصد کے پیش نظر خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن اور الگ مقام متعین فرمایا۔([19]) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس سلسلے کو مزید وسعت ہوئی اور خواتین کے باقاعدہ الگ مدرسے قائم ہوئے۔ ان کے دور میں خواتین کی بھی لازمی تعلیم رائج ہو گئی تھی۔([20])

اسلام کے ابتدائی دور کی ایسی عورتوں کے بارے میں جو اپنے علمی ذوق کی وجہ سے بہت مشہور ہوئیں، بقولِ ڈاکٹر شبلی، ابنِ حجر نے اپنی تصنیف 'الاصابہ فی تمیز الصحابہ' میں اسلام کے قرون اولیٰ کی ایک ہزار پانچ سو تینتالیس (۱۵۴۳) خواتین کے سوانح حیات جمع کئے ہیں۔ النوویؒ نے 'تہذیب الاسماء' میں اور الخطیب بغدادی نے 'تاریخ بغداد' میں بہت سا حصہ اُن خواتین کے حالات کے لیے وقف کیا ہے جنھوں نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا۔([21])

یہ سب کس کا فیضانِ نظر تھا یہ کس ہستی کی کرشمہ سازیاں تھیں کہ جس سے مس خام کندن بن گیا اور بے قیمت کیمیا بن گیا، عرب کے بدو دنیا کی قیادت کرنے لگے اور مظلوم و محصور خاتونِ خانہ علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں مرد کے ہم پلّہ بلکہ بعض شعبوں میں گوئے سبقت لے گئی۔ یہ

---

[17]۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ'، جلد 91، زیر اہتمام پنجاب یونیورسٹی، لاہور، صفحہ 522

[18]۔ بخاری، محمدؐ بن اسماعیل، 'صحیح بخاری'، جلد اوّل، ترجمہ: مولانا محمدؐ داؤد رازی، مرکزی جمعیّت اہلِ حدیث، ہند،، صفحہ 921۔

[19]۔ بخاری، کتاب العلم و کتاب الاعتصام بالسنۃ، باب تعلیم النبیؐ امۃ من الرجال والنساء

[20]۔ اسلام کا نظام تعلیم، ص90۔

[21]۔ شبلی۔ صفحہ 651

سب معلم انسانیت اور رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات اور آپؐ کے عملی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ اسلام کے دورِ اوّل میں خواتین نے جن کی حالت قبلِ ازیں قابلِ رحم اور ناگفتہ بہ تھی جہاں کہیں موقع میسر آیا علوم وفنون کے حصول میں پوری مستعدی اور محنت کا مظاہرہ کیا اور مختلف علوم وفنون جیسے تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، تصوّف، تاریخ، شعر وادب، موسیقی ونغمہ اور طب میں نام پیدا کیا۔ اس حقیقت کا اعتراف مسلمان دانشوروں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اہلِ قلم بھی کھلے دل سے کر لیتے ہیں۔ چنانچہ عہدِ حاضر کے نامور مستشرق فلپ کے۔ حتی رقمطراز ہیں کہ:-

"ہم اسلام کے قرونِ اولیٰ ہی میں عورتوں کو اونچے حلقوں میں دیکھتے ہیں۔ وہ امورِ مملکت میں ممتاز حیثیت رکھتی ہیں اور اثر ورسوخ استعمال کرتی ہیں بلکہ عرب دوشیزائیں محاذِ جنگ پر جاتیں، لشکروں کی کمان سنبھالتیں، شعر کہتیں اور ادبی مشاغل میں مردوں سے مقابلہ کرتیں یا پھر اپنی ذہانت فن موسیقی کی صلاحیت اور نغموں سے معاشرے میں جان ڈال دیتیں۔" (22) اسی طرح خواتین کو آپ ﷺ نے مختلف امور پر بھی تعینات کیا شفا بنت عبداللہؓ کو آپؐ نے شہر کی منڈی میں خرید وفروخت کے معاملات (امر السوق) پر مامور فرمایا تھا اس کے علاوہ آپؐ نے شفا بنت عبداللہ کو ام المومنین حضرت حفصہؓ کی تعلیم کے لیے مامور کیا تھا۔ الربیع بنت مصودہؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ اسلامی فوج کے ساتھ خواتین بھی رہا کرتی تھیں تاکہ زخمیوں کی دیکھ بھال میں مدد، پانی پلائیں اور زخمیوں کو واپس مدینہ پہنچائیں۔ قبیلہ بنی اود کی مشہور طبیبہ زینبؓ ماہر امراض چشم تھیں۔ (23)

مذکورہ بالا سیرت طیبہ ﷺ کے مختلف پہلوؤں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کس طرح ریاستی سطح پر خواتین کے تعلیم و تعلّم انتظام رحمت عالم ﷺ کرواتے تھے۔

6۔ بچوں کی تعلیم وتربیت:

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ ان کی تعلیم کا انتظام کرنا در حقیقت خود اپنے مستقبل کو سنوارنا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے: "تم علم حاصل کرو۔ اگر تم قوم میں سب سے چھوٹے ہو تو کل دوسرے لوگوں میں (علم کی وجہ سے) تم بزرگ بن جاؤ گے"۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی بڑی تلقین فرمائی ہے۔ نیز بچپن میں حافظہ قوی ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے: "بچپن میں تعلیم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے پتھر پر نقش اور بڑھاپے میں تعلیم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے نقش بر آب"۔(24) آپؐ نے والدین کو بچوں کی تعلیم کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: "کوئی والد اپنے بچے کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے۔ مزید فرمایا: "آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے"۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کی فکر اس قدر تھی کہ 2 ہجری غزوہ بدر میں 70 قریش قید ہو کر آئے ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دینے کا فیصلہ کیا گیا جو حسب حیثیت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک مقرر کیا گیا تھا ان میں سے جو لوگ اہل تھے ان کو یہ کہا گیا کہ وہ دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے یہی اس کا فدیہ ہے۔

7۔ معذوروں کی تعلیم کا تصور:

اسلام کی نظر میں کسی قسم کی کمی یا کمزوری کسی کے فرائض کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ہاں، کسی پر بھی اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ تعلیم کے معاملے میں بھی اسلام کا یہ اختصاص وامتیاز ہے کہ اس نے جسمانی کمزوریوں کو حسن عمل وجہد مسلسل کی دولت سے چھپا دیا اور

22۔ محمد یاسین شیخ۔ ' عہدِ نبوی کا تعلیمی نظام'، غضنفر اکیڈمی، پاکستان، کراچی، 1998ء، صفحہ 491

23۔ ابن حجر، الاصابہ

24۔ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، بیروت، 164/2

معذوروں سے وہ کارہائے نمایاں لیے کہ صحت مند افراد رشک کر اٹھے۔ اس کی سب سے اہم مثال حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی ہے، جنھیں یہ فخر و شرف حاصل ہے کہ آپؐ نے انھیں اپنی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ جیسی اسلامی ریاست کے لیے اپنا قائم مقام مقرر کیا اور انھیں یہ شرف دس بار حاصل ہوا۔[25] ایک نابینا صحابی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا فریضہ، تعلیم و تربیت میں اعلیٰ مدارج طے کیے بغیر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اسلام میں معذوروں کی قدر و منزلت کا یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہر دور میں اور ہر فن میں بڑے بڑے جلیل القدر نابینا علما گزرے ہیں۔ آج بھی معذوروں اور عام جسمانی صلاحیتوں سے محروم افراد کی تعلیم کا خاص اہتمام ناگزیر ہے۔

8۔ مختلف علوم میں مہارت کا تصوّر (Specialization)

عہد نبوی میں علوم و فنون زیادہ نہیں تھے لیکن جو فنون تھے، ترقی پذیر تھے اور ان کی ضرورت بھی تھی۔ اور نبی کریم ﷺ ہر فن کے ماہر کو پسند فرماتے تھے جیسا کہ مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے ماہر فن کو بلانے کا تاکید احکم دیا۔ ان میں سے ایک چیز طبابت (میڈیکل) ہے۔ اس کے متعلق ہمیں بہت سی معلومات ملتی ہیں۔ عہد نبوی میں طبیبوں کی حالت اور جراحی کرنے والے سرجنوں کے حالات پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس طرح ایک حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی بیمار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارے محلے یا قبیلے میں کوئی طبیب ہے؟ جواب میں دو نام بتائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان میں سے جو ماہر تر ہو اسے بلاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس بات کا بھی خیال رکھا کہ (Specialization) پیدا کریں اور ماہروں سے علاج کرائیں۔ اس سے لوگوں کو فن میں ماہر (Subject Specialist) کی ترغیب بھی ملتی ہے۔ اسی طرح اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت طبابت سے ناواقف شخص کو اس کی اجازت دینا نہیں چاہتے کہ وہ طبیب بن بیٹھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ ایک حدث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> " جس شخص کو علم طب سے کوئی واقفیت نہیں، اگر وہ علاج کرے تو اسے سزا دی جائے گی کیونکہ اس کے اناڑی پن سے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اس طرح کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں علم طب کی کافی اہمیت سمجھی جاتی تھی اور علاج سادہ مفردات کے ذریعے ہوتا تھا۔ رسول اکرم کی طرف سے بے شمار نسخے منسوب ہیں۔ لوگ آگر آپ سے کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ تکلیف ہے تو آپ اس کے لئے تجویز فرماتے کہ فلاں چیز استعمال کر دو غیرہ"[26]

9۔ اساتذہ کے تقرر میں ماہر کا انتخاب کرنا:

سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اساتذہ کے تقرر کے حوالے ہمیشہ فن کی ماہر شخصیت کا انتخاب کرتے تھے اس چنانچہ تعلیم القرآن کے حوالے سے آپ کا فرمان ہے کہ چار ماہر افراد سے قرآن کا علم حاصل کرو جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابی خذیفہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ۔ اس کے علاوہ آپؐ فن تجوید یعنی قرآت میں مہارت حاصل کرنے کے لیے طلبہ کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس بھیجا کرتے تھے اور میراث سے متعلق احکام قرآنی کا علم حاصل کرنے کے لیے طلبہ کو حضرت زیدؓ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ اسی طرح فن کا ماہر استاد بے شک غیر مسلم ہی ہو اس سے بھی علم سیکھنا سیرت طیبہ سے ملتا ہے جیسا کہ غزوہ بدر میں نبی کریم ﷺ نے قیدیوں سے خدمات لیں۔

---

[25] یہ واقعات ذیل کے غزوات و اسفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے غیر موجودگی میں پیش آئے: ملاحظہ کیجیے ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، 1997ء، ج2 (۱) غزوۂ قرقرۃ الکدر، ص33 (۲) غزوۂ بنی سلیم، ص27

[26] ۔ڈاکٹر حمید اللہ، اسلامی ریاست، ص127

10۔جسمانی تعلیم اور کھیل کا تصور (Physical Education and Sports Sciences)

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات صرف کتابی تعلیم تک نہیں بلکہ آپ ﷺ نے ریاستی سطح پر جسمانی کھیل کے مقابلہ جات منعقد کروائے جن کو (Co-Curricular Activities) کہا جاتا ہے۔ بلکہ خود بھی بنفس نفیس کئی ایک مقابلہ جات میں حصہ لیا۔ جن میں گھڑ سواری، نشانہ بازی، تیر اندازی، تیر کی اونٹوں کی ریس جیسا کہ سیرت طیبہ کے اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ کشتی کے فن کا ذکر بھی آت ہے چنانچہ آپؐ نے رکانہ پہلوان کو تین بار کشتی میں پٹک دیا۔ اسی طرح جنگ احد میں چند کم عمر نوجوانوں کو کشتی میں ماہر ہونے کی وجہ سے کم عمری کی کے باوجود غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔

11۔اچھی کارکردگی پر اسکالرشپ دینا:

نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ لوگوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے چنانچہ آپ تعلیمی مقابلہ جات کا انعقاد کرواتے اور پھر اس پر انعامات سے بھی نوازتے تاکہ طلبہ میں علم و عمل کا جذبہ پیدا ہو۔ اسی طرح آپ فزیکل فٹنس کے مقابلہ جات بھی مثلاً دوڑ کا مقابلہ گھڑ سواری کا مقابلہ اور پھر آپؐ خود جیتنے والے کا تعیّن کرتے تھے۔ اول، دوم، سوم، چہارم آنے والوں کو انعام بھی دیا جاتا تھا اور یہ انعام کھانے کی چیزیں کھجور وغیرہ اور دوسری چیزیں بھی ہوتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں ایک مسجد السبق ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آپؐ کھڑے ہو کر جیتنے والوں کی نشاندہی کیا کرتے تھے۔

نشانہ بازی کے انعامات کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے۔ ان کے علاوہ آپؐ نے وزنی پتھر اٹھانے کے مقابلے بھی کروائے۔ ایسے تمام کھیل جو صحت مند معاشرے کے لیے ضروری تھے آپؐ نے ان سب کو روا رکھا اور پسندیدگی بھی ظاہر کی۔ اس کے علاوہ دوڑ کے مقابلے بھی آپؐ کے زمانے میں ہوتے تھے۔ دوڑ سے متعلق ہمیں سیرت میں وہ حدیث بھی ملتی ہے جو آپؐ کی اور حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ سے متعلق ہے جس میں پہلی دوڑ میں حضرت عائشہؓ آپؐ کو ہرا کر مقابلہ جیت جاتی ہیں اور چند دنوں بعد جب دوبارہ دوڑ ہوتی ہے تو اس میں آپؐ جیت جاتے ہیں اور حضرت عائشہؓ پر جتا بھی دیتے ہیں کہ یہ بدلہ ہے اس دوڑ کا۔ ان تمام واقعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحت مند معاشرے کے لیے تفریح اور کھیل کود بھی ضروری ہے اور اسلامی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ ہے۔

12۔اقلیتوں کی تعلیم کا تصوّر

ریاست جس بھی مذہب و مسلک کی ہو اس کا بنیادی حق ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و مسلک اپنے باسیوں کو تعلیم کا پورا پورا حق دے سیرت طیبہ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو جہاں باقی حقوق دیئے جاتے ہیں وہاں پر تعلیم کا پورا پورا حق بھی انہیں دیا گیا ہے اور اس کی ضمانت خود نبی کریم ﷺ نے اپنے پہلے باقاعدہ تحریری دستور میثاق مدینہ میں غیر مسلموں کو دی ہے۔([27]) اس لیے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان کے حقوق اور تعلیمی ضرورتوں کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔

انفرادی اور اجتماعی سطح پر تعلیم کے سلسلے میں آپؐ ﷺ کے اسوہ حسنہ اور تعلیمی پالیسیوں کے ذکر کرنے کے بعد لازمی امر ہے کہ محسن انسانیت ﷺ کے اندازِ تعلیم و تربیت کا ذکر بھی کیا جائے۔ اگر اس کا ذکر نہ کیا جائے تو مقالہ کا حق ادا نہ ہو گا۔

---

[27]۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، بیروت، ۸۵ء، ص ۵۹

نبی کریم ﷺ معلّم کامل طبیبِ اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر نبض شناس بھی تھے۔ معاشرہ کی برائیوں پر آپ ؐ کی نظر تھی آپ ﷺ انسانی نفسیات سے واقف تھے لہٰذا آپ ؐ کا اندازِ تعلیم وتربیت بھی نفسیاتی تھا اور منشاءِ خداوندی کے مطابق تھا اس کی وضاحت قرآن مجید کی آیت سے ملتی ہے ارشاد باری تعالی ہے:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ([28])

"اے نبی ؐ اپنے رب کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔ تمہارا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے"

آیت کی روشنی میں سے پہلا حکم اپنے رب کی طرف بلانا دوسرا حکم بلانے کے انداز میں حکمت اختیار کرنا کہ سننے والا اس کو فوراً قبول کرلے۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ انداز ایسا ہو کہ سننے والے کو ناگوار نہ گزرے بلکہ وہ اس کو فوراً قبول کرلے۔ چوتھا حکم یہ تھا کہ مجادلہ (Debate) بھی ایسی ہو کہ مخاطب قائل ہو جائے۔ محبت کے ساتھ، دلیل کے ساتھ، اخلاق کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ۔ آپ ؐ کا طریقہ تعلیم بھی ایسا ہی تھا اور اسی کو اپنانے کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر ضرورت ہے۔

ان چار خصوصیات کے علاوہ آپ ؐ کی تعلیم میں اور کئی خصوصیات پائی جاتی تھیں جن میں قولِ لین، تالیفِ قلب، شفقت، عفو ودرگزر شامل تھا۔ آپ ؐ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

لہٰذا کسی بھی ریاست کو صحیح معنی میں تعلیم کی سمت بڑھنے کیلیے سیرت النبی ﷺ کے ان پہلوؤں کو حکومتی سطح پر لاگو کرنا ہونگے تب جاکر دنیا سے ناخواندگی کا خاتمہ کرسکیں گے۔

خلاصہ بحث:

زیر نظر مقالہ میں ریاست کی تعلیمی ذمہ داری اور باسیوں کے تعلیمی حقوق کو بیان کرتے ہوئے سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں اسلامی ریاست کے تعلیمی ڈھانچہ کا مختصر خاکہ ذکر کیا گیا ہے۔

مقالہ کا تعلق چونکہ ریاست کے تعلیمی نظام سے ہے اس لیے نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل جو طاقتور اور اپنے تئیں ترقی یافتہ ریاستیں تھیں ان کا تعلیمی اور اخلاقی پس منظر کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ معلّم انسانیت ﷺ کی آمد سے قبل دنیا میں تعلیم کی کیا حالت تھی۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے ہی اس کائنات میں علم کی بہاریں پھیلنے لگیں اور بعثت کے فوراً بعد مکہ میں دار ارقم پہلی تعلیم وتربیت کی درسگاہ بنتی ہے پھر ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے تعلیم کا ایک سلسلۃ الذہب شروع کیا جس کی بنیادی درسگاہ مسجد نبوی تھی اس طرح علم کا یہ سلسلہ مدینہ کی تقریباً نو مساجد میں جاری ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے علم کے حصول کو باقی فرائض کی طرح مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا علماء اور علم کے فضائل بیان فرمائے اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ کا شہر دنیا کے افق پر شہر علم بن کر چمکنے لگا۔ یہاں سے ہر طرح کے افراد تیار ہوئے اور دیگر علاقوں میں پھیلتے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے ہر طبقہ کے لوگوں کو علم حاصل کرنے کی تلقین کی اور ریاستی سطح پر انتظام کیا جس میں بچوں کی تعلیم، تعلیم بالغاں، خواتین کی تعلیم، حتی کہ اقلیتوں کے تعلیمی حقوق کا بھی خیال رکھا۔ اور مقالہ کے آخر میں سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں ریاست کا تعلیمی نظام کیسا ہونا چاہیے۔ احادیث اور سیرت النبی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے تقریباً بارہ موضوعات کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

---

[28]۔ النحل:16:125

نتائج وسفارشات:

ریاست کے تعلیمی نظام کو مستحکم بنانے کے لیے سیرت طیبہ ﷺ کے مختلف عملی وفکری اقدامات کو ذکر کر کے مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ کوئی بھی ریاست وہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی وہ سیرت طیبہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ملک کے تعلیمی نظام کو مستحکم اور شاندار بنا سکتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کی ان تعلیمات کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں جو ریاست کے تعلیمی نظام کو بہتر اور مستحکم بنانے میں مؤثر ثابت ہونگی۔ ان شاءاللہ

1۔ اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت علم کو حاصل ہے۔ یہ صرف ایک انسانی ضرورت ہی نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے۔ انسانی زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح اسلام نے تعلیم کا بھی ایک مکمل نظام ہمیں دیا ہے۔

2۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم دین اسلام کی روحانی واخلاقی تعلیمات پر مبنی ہے۔

3۔ ہر طبقہ کے افراد کے لیے تعلیم کی راہیں ہموار کی جائیں دیہاتوں میں بنیادی تعلیم کے اداروں کو فعال بنایا جائے۔

4۔ ضلعی سطح پر جامعات، میڈیکل کالجز، انجینئرنگ کالجز اور ووکیشنل کالجز کا قیام عمل میں لایا جائے۔

5۔ خواتین جو تعلیمی میدان میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتی ہیں ان کی مزید حوصلہ افزائی کی جائے اور ہر اخلاقی اور قانونی لحاظ سے ان کو سہولیات فراہم کی جائیں۔

6۔ ضلعی سطح پر خواتین کی یونیورسٹیز قائم کی جائیں۔ اور مختلف قسم کے شارٹ کورسز خواتین کو کروائے جائیں تاکہ وہ گھر میں رہتی ہوئی بھی ملک وقوم کی خدمت کر سکیں۔

7۔ بنیادی تعلیم وتربیت کے لیے دیہی علاقہ جات اور چھوٹے شہروں کی مساجد کو بطور کمیونٹی سنٹر فعال کیا جائے اور تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

8۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت اور حسن اخلاق کو بہتر کرنے کے لیے اساتذہ کی ورکشاپس منعقد کروائی جائیں۔

9۔ تعلیم کے حصول کو تمام طبقات کے لیے یقینی بنایا جائے اور فیسوں کی ادائیگی اس وقت کا اہم مسئلہ ہے سرکاری جامعات کی فیسیں بھی ایک عام شہری کی پہنچ سے دور ہیں لہذا یونیورسٹی کی سطح تک کی تعلیم کو مفت کیا جائے۔

10۔ تعلیمی اداروں خاص کر کالج اور یونیورسٹی کی سطح میں سیرت النبی ﷺ کے سرکلز قائم کئے جائیں تاکہ نسل نو کی آبیاری صحیح معنوں میں ہو سکے اور وہ سلجھے ہوئے اخلاق نبوی میں سجے ہوئے محب وطن ثابت ہوں اور قوم وملت کا نام روشن کریں۔